مصطفیٰ جواد

تاریخِ اسلام میں نظامِ فتوّت

(۲)

مصر کے خلفائے فاطمیئین نے نظامِ فتوّت کو اپنی اغراض کے لیے استعمال کیا۔ انھوں نے مدینہ منورہ میں اس کا مرکز بنایا اور وہاں سے مختلف شہروں میں فتیان کے سردار مقرر کرنے کے احکام صادر ہونے لگے۔ اسی طرح بعض سازشی دشمن عناصر نے بھی اس نظام کی آڑ میں غنڈہ گردی شروع کر دی اور اس کی وجہ سے امن پسند شہریوں کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔

یہ صورتِ حال تھی جب ایک عباسی خلیفہ فتوّت کو ایک باقاعدہ نظام کی شکل دیتا ہے اور اس کا سلسلہ مختلف مسلمان ملکوں میں باقاعدہ طور پر پھیلایا جاتا ہے۔ "کتاب الفتوت" کے مصنف ابن المعمار الحنبلی[۵۱] لکھتے ہیں:

"جب یہ زمانہ ختم ہوا اور سیدنا و مولانا الامام الناصر لدین اللہ امیر المومنین کا عہد شروع ہوا تو انھوں نے نظامِ فتوت کے ایک بزرگ عبد الجبار بن صالح کو جو ایک عابد و صالح شخص تھے۔ اور حسن سیرت و طریقت دونوں کے مالک تھے منتخب کیا اور ان سے فتوت حاصل کی۔ یہ خلیفہ الناصر لدین اللہ وہی ہیں، جنھوں نے جب دیکھا کہ عالم اسلامی میں انتشار اور ضعف و اختلاف زوروں پر ہے اور مسلمانوں کے اندر فتنہ و فساد برپا ہے، جس سے فائدہ اٹھا کر صلیبی حملہ آور مضبوط ہو رہے ہیں اور مسلمان ملکوں میں ان کے قدم جم گئے ہیں تو تمام اسلامی حکومتوں کو فرمان بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین کی مدد کریں۔ جب سلطان صلاح الدین نے ۵۸۳ھ میں بیت المقدس فتح کیا تو خلیفہ الناصر لدین اللہ نے انھیں ایک لوح بھیجی تھی کہ اسے شہر کے دروازے پر لٹکایا جائے۔ اس لوح پر یہ لکھا تھا:

"ہم نے نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ میرے صالح بندے ہی زمین (الارض) کے وارث ہوتے ہیں[۵۲] سب تعریف اللہ کے

---

۵۱ ورق ۱۰، ۱۱، مخطوطہ

۵۲ قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے: ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ (۱۰۵-۹)

صلاح الدین ایوبی کے دور میں (مشرق میں) سلجوقی بیار درد کا چرچا تھا؟

المعارف لاہور - نومبر ۱۹۶۹

یہ ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی، اور اپنے خلیفہ ابوالعباس احمد الناصر لدین اللہ امیر المومنین کو قائم کیا ..... اور اس کی طرف مشرکین کی مخالفت کے باوجود بیت المقدس کی وراثت لوٹائی، اور یہ فتح اس کی سلطنت کو زندہ کرنے والے، اس کے مطیع و فرماں بردار اور اس کے جھنڈے تلے جہاد کرنے والے یوسف بن ایوب (صلاح الدین) کے ہاتھ پر ممکن بنائی۔"

خلیفہ ناصر نے دیکھا کہ عالم اسلامی کو ضرورت ہے کہ اس کی قوت کو بحال، اس کی ہمت کو زندہ اور اس کے مسلک و منہج کو متحد کیا جائے تاکہ وہ مغرب میں صلیبیوں اور مشرق میں سلجوقیوں اور ان کے اہالی موالی کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ اس نے فتوت کی طرف توجہ کی، جو اس وقت ایک عظیم قوت کا سرچشمہ تھی بشرطیکہ کوئی اسے استعمال کر سکتا اور اس کی تنظیم جدید کرتا۔ خلیفہ ناصر نے اسی فتوت سے کام لیا، اور ممالک اسلامیہ کے اندر ایک نئی نسل پیدا کی، جو بہادر تھی، لڑنے مرنے کو تیار تھی، مجاہد تھی اور نفس نیز بدن دونوں کے فضائل میں کامل تھی۔ اور یہ فضائل تھے شاہ سواری، حرب و قتال کا علم اور تلوار اور تیر چلانے کی مہارت، اور اس کے لیے خلیفہ ناصر نے ایک جانا پہچانا طریقہ شروع کیا۔ اس نے اپنے زمانے کے فتیان کے رئیس شیخ عبدالجبار سے فتوت حاصل کی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے قاضی شہاب الدین، اپنی تاریخ المظفری میں جس کا ایک نسخہ اسکندریہ کی میونسپل لائبریری میں محفوظ ہے، لکھتے ہیں:

"۵۷۸ھ میں خلیفہ الناصر لدین اللہ نے شیخ عبدالجبار نظام فتوت کے سربراہ کو بلوایا اور اس سے کہا کہ وہ خلیفہ کو فتوت کی سراویل (شلوار) پہنائے۔ چنانچہ شیخ نے خلیفہ کو سراویل پہنائی۔ پھر اس نے شیخ عبدالجبار سے فتوت کا روایتی پانی پیا۔ خلیفہ نے اسے پانچ سو دینار اور اس کے بیٹے شمس الدین علی کو خلعت دی۔ شیخ عبدالجبار ایک بڑا اچھا آدمی تھا اور اس کے بہت سے پیرو تھے۔ خلیفہ ناصر کے نظام فتوت میں شامل ہونے سے بہت سے بادشاہ اور اکابر اس میں داخل ہو کر "فتی" بن گئے۔ اس نظام فتوت میں ان کا واسطہ انھیں ایک دوسرے کی مدد کرنے، ایک دوسرے کے کام آنے، عہد و قرار پورا کرنے، راز چھپانے، سچ بولنے، اور محرمات سے بچنے پر ابھارتا تھا۔ فتوت والے اپنے نظام کا سلسلہ حضرت علیؓ سے ملاتے تھے[52]۔ اس میں جو شرف، فخر، عظمت اور علوِ منزلت ہے، حضرت علیؓ کا نام اس کے لیے کافی ہے۔"

نورالدین السخاوی اپنے زمانے کے سلطانِ فتوت علاء الدین المؤنسی متوفی ۸۳۲ھ کے ذکر

[52] حضرات صوفیہ کے تمام طریقے بھی اپنا سلسلہ حضرت علیؓ تک لے جاتے ہیں۔ مترجم

میں لکھتے ہیں :

"اس امر یعنی فتوت کی ابتداء یوں ہوئی کہ ۵۷۸ھ میں خلیفہ الناصر کے ندیموں نے اسے رائے دی کہ وہ فتی بن جائے۔ یعنی نظام فتوت میں داخل ہو جائے۔ وہ ایک شخص عبدالجبار بن یوسف بن صالح کو لائے، جس کے کہ بہت سے پیرو تھے...... اس نے خلیفہ کو فتوت کی سراویل پہنائی اور اس سے کہا کہ میں نے یہ سراویل فلاں شیخ سے پہنی اور اس نے فلاں سے۔ اس طرح اس کا سلسلہ اس نے علی بن ابی طالبؓ تک ملایا۔"[۵۴]

ابن المعمار الحنبلی لکھتے ہیں کہ خلیفہ الناصر کے فتی بننے کے بعد لوگ جوق در جوق اس نظام فتوت میں شامل ہونے لگے اور خلیفہ خود اعلیٰ اخلاق کا حامل تھا اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے بڑی محبت تھی۔ ابن المعمار نے خلیفہ الناصر کے لیے ایک کتاب "الفتوت" کے نام سے لکھی تھی۔

ابیاس بن احمد نقاش اپنی کتاب "الفتوت" میں مختلف شہروں میں فتیان کے درمیان جو اختلافات تھے، انھوں نے جو بے راہ رویاں اختیار کر رکھی تھیں اور جن بدعات اور جرائم کا وہ ارتکاب کرتے تھے، اُن کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتوت کو سیدنا و مولانا خلیفہ شریعت ربانیہ، امام المومنین و خلیفہ رب العالمین الامام الناصر لدین اللہ ...... کے ذریعہ عزت بخشی۔ آپ نے اس کی عمارت کو مستحکم کیا اور اس کی جماعتوں کو منظم کیا۔"[۵۵]

واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ الناصر اس سب تعریف کا بجا طور پر مستحق ہے کیونکہ اس نے عربوں اور مسلمانوں کو متحد کیا جب کہ وہ اتحاد بھول چکے تھے اور انھیں ان کی عزت سے بہرہ ور کیا، جب کہ وہ اسے ضائع کر چکے تھے۔ ابوالحسن ہروی جن کا حلب میں ۶۱۱ھ میں انتقال ہوا، اپنی کتاب "الاشارات الیٰ معرفۃ الزیارات" میں بغداد کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ الناصر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "امام الناصر لدین اللہ نے مظالم کو دور کیا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کیا۔ اللہ کی حدود قائم کیں اور سنت رسول اللہ کو زندہ کیا۔"[۵۶]

غرض اس طرح خلیفہ الناصر نے فتوت کے ذریعہ امت کے نوجوانوں کو نئی زندگی دی۔ اسے داخلی و خارجی

---

۵۴ تحفۃ الاحباب و بغیۃ الطلاب۔ مطبوعہ مصر۔

۵۵ فتوۃ الیاس النقاش۔ مطبوعہ استنبول

۵۶ کتاب الاشارات الیٰ معرفۃ الزیارات، مطبوعہ دمشق۔

ہر دو لحاظ سے متحد کیا اور بغداد کو مشرق اور مغرب کی عالمی سیاست کا عالمی مرکز بنایا۔ یہاں تک کہ جرمنی کے امرا میں سے ایک نے خلیفہ الناصر کو خط لکھا اور اس کے نظامِ فتوت میں داخل ہونے کی خواہش کی۔ جیسا کہ فرانسیسی رسالہ " Le Debat " نے ذکر کیا ہے[۵۷]

خلیفہ الناصر نے یہ بھی دیکھا کہ بعض اوقات فتیان کے مختلف گروہوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے جس سے امت میں خلفشار پیدا ہوتا ہے۔ امنِ عامہ میں خلل پڑتا ہے اور کشت و خون تک نوبت پہنچتی ہے۔ چنانچہ اس کے سدِّباب کے لیے خلیفہ نے ۶۰۴ھ میں ایک فرمان کے ذریعہ تمام قدیم نظامہائے فتوت منسوخ کر دیے اور صرف اپنا نظامِ فتوت باقی رکھا اور اسے فتوتِ اعلیٰ کا مرجع قرار دیا۔ ابن الساعی بغدادی ۶۰۴ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: " اس سال قدیم فتوت منسوخ کر دی گئی اور امیر المومنین الناصر لدین اللہ کو فتوت کا قبلہ اور مرجع قرار دیا گیا۔ انھیں عبد الجبار نے جو ایک زاہد بزرگ تھے فتوت سے سرفراز کیا تھا۔ خلیفہ الناصر کے مرجعِ فتوت بننے سے خواص و عوام میں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس میں داخل ہوئی۔ نیز اطراف و جوانب کے بادشاہوں نے بھی فتوت میں داخل ہونے کی خواہش کی۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کی طرف ایلچی بھیجے، جنھوں نے خلیفہ کے نائب و وکیل کے طور پر ان بادشاہوں کو فتوت کی سراویل پہنائیں۔ اس طرح فتوت بغداد میں عام پھیل گئی اور چھوٹے بڑے سب اس میں داخل ہوئے[۵۸]

اسی سال صفر کی نویں تاریخ کو ایک فرمان کے ذریعہ فتوت کے قواعد کا تعین کیا گیا اور یہ اعلان ہوا کہ فتوت سے حدودِ شرعی ساقط نہیں ہوتے۔ چنانچہ جو فتی کسی بے گناہ کو قتل کرے گا اُسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا، اور قتل کرنے سے پہلے اس کی سراویل جو کہ فتوت کا شعار ہے اتار لی جائے گی۔ اسی طرح جو کسی مجرم کو پناہ دے گا، اسے اس کی سزا ملے گی۔ چنانچہ اسی سال ستر رجب کو فتیان میں سے دو کو، جنھوں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا، بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا اور قتل سے پہلے ان کی سراویل اتار لی گئیں۔ اس سے عوام کو تنبیہ ہو گئی[۵۹]

---

۵۷ La Tradition Chevaleresque des Arabes par Wacyf Botros p. 25 id Paris 1919

۵۸ الجامع المختصر و عنوان التاریخ و عیون السیر ۹: ۲۲۱ ۵۹ ایضاً

اطراف وجوانب کے ان بادشاہوں نے خلیفہ الناصر لدین اللہ سے سراویل فتوت پہنی تھی: محمد بن ایوب ایوبی فرمانروائے مصر وشام اور اس کے لڑکے ملک کامل محمد، ملک معظم عیسیٰ، ملک اشرف موسیٰ، ملک منصور ناصر الدین فرمانروائے حماۃ۔ ملک غالب کیکاؤس فرمانروائے بلاد روم، ملک ظاہر غازی بن صلاح الدین فرمانروائے حلب، فرمانروائے شیراز سعد بن زنگی اور خلیج فارس میں دانع جزیرہ کیش کے امیر۔

اس سلسلے میں شہاب الدین غوری فرمانروائے افغانستان کا نام بھی مذکور ہے۔[۱۰ الف]

مورخ ابوالفدا ۶۰۷ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھتا ہے: "اس سال خلیفہ الناصر لدین اللہ کے ایلچی اطراف وجوانب کے بادشاہوں کے پاس پہنچے تاکہ وہ انھیں فتوت کا مشروب پلائیں۔ اس کی سراویل پہنائیں اور ان کا "رمی البندق"[۱۰ ب] میں خلیفہ سے انتساب ہو اور وہ اسے اپنے لیے ایک نمونہ بنائیں۔[۱۱]

ابن الفرات نے خلیفہ الناصر کے حالات میں لکھا ہے کہ اس کا ایلچی ملک منصور کے عہد حکومت میں حماۃ پہنچا تاکہ وہ اسے اور اس کے سرداروں کو خلیفہ کی طرف سے فتوت کی سراویل پہنائے۔ ملک منصور کے حکم سے شیخ سالم نے فتوت کے بارے میں ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں فتوت کی تائید میں قرآن کی آیتیں سمعنا فتیً یذکرھم۔ اذ اوی الفتیۃ الی الکھف اور دوسری روایات پیش کی گئیں۔[۱۲]

تقی الدین مقریزی ۶۰۷ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: "اس سال اطراف وجوانب کے بادشاہوں نے خلیفہ الناصر لدین اللہ کی طرف سے ارسال کردہ مشروب فتوت پیا، تاکہ اس طرح تمام رعیت کا اپنے فرمانروا سے تعلق پیدا ہو۔ ہر بادشاہ نے اپنی سلطنت کے قاضیوں، فقیہوں، امرا اور اکابر کو فتوت کی سراویل پہنائیں اور فتوت کا مشروب پلایا۔ خلیفہ الناصر کو اس امر کا بڑا شوق

---

۱۰ الف نکت الہمیان فی نکت العمیان ص ۹۲

۱۰ ب وہ آلہ جس سے سیسے کی گولی چلائی جائے، اسے بندق کہتے تھے۔ اس آلے سے گولی چلانے کو رمی البندق کہتے ہیں۔

۱۱ المختصر فی اخبار البشر ۳: ۱۱۹

۱۲ تاریخ ابن الفرات۔ مجلہ الآسیویہ ۶، ص ۲۸۵، ۱۸۵۸ء

تھا۔ اس نے بادشاہوں کو "رمی بندق" میں بھی اپنے آپ کو اس کی طرف انتساب کرنے کا حکم دیا اور اس میں اپنے آپ کو ان کے لیے ایک نمونہ بنایا۔[۱۳]

یہ جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ نظام فتوت کے ارکان فتیان 'بندق' سے نشانہ بازی کرتے تھے۔ بندق ہی نے ترقی کرکے بارود کی ایجاد کے بعد بندوق کی شکل اختیار کر لی،[۱۴] اور یہ کہ خلیفہ الناصر نے بادشاہوں کو حکم دیا تھا کہ وہ "رمی بندق" میں اپنے آپ کو اس کی طرف انتساب کریں اور اس میں اسے اپنا امام مانیں۔

بعض مؤرخوں نے خلیفہ الناصر پر اس کے فتوت میں دلچسپی لینے کی وجہ سے اعتراضات کیے ہیں۔ لیکن ان کے یہ اعتراضات صحیح نہیں۔ اس کا عہد خلافت سینتالیس سال تک رہا۔ اس دوران میں اس نے امت کے شیرازے کو اکٹھا کیا۔ اسے مختلف قسم کی جسمانی ریاضتوں کی تربیت دی اور اسے ہتھیاروں کو استعمال کرنے کی عادت ڈالی اور اس طرح مسلمانوں کی ایک نئی نسل تیار کی جو بہادر تھی اور قتل و قتال کا تجربہ رکھتی تھی۔ یہ اسی نظام فتوت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے لشکروں میں وحدت پیدا ہوئی۔[۱۵] الناصر کے بعد اس کے جانشین عباسی خلفا فتوت سے برابر دلچسپی لیتے رہے اور اس کے آداب و رسوم بجا لاتے رہے۔ الناصر کے بیٹے محمد الظاہر کا عہد گو بڑا مختصر رہا، لیکن اس نے اپنے باپ سے فتوت لی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا منصور المستنصر باللہ خلیفہ بنا۔ اس نے فتوت میں بڑی دلچسپی لی۔ اس خلیفہ کا عہد عدل و انصاف کی ترویج اور امن و امان کی بحالی کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ وہی المستنصر ہے جس نے بغداد میں فقہ کے مذاہب اربعہ کا دارالعلوم مستنصریہ قائم کیا تھا۔

السیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں: "خلیفہ المستنصر نے چاہا کہ اپنی فتوت کی سند کسی بلند شخصیت تک لے جائے۔ چنانچہ جلال الدین عبداللہ بن مختار علوی نے اسے رائے دی کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب سے فتوت کی سراویل پہنے اور اس امر کے جواز کے لیے اس نے فتویٰ بھی دیا۔ اس پر خلیفہ المستنصر نجف اشرف گیا اور وہاں حضرت علیؓ کے مزار پر اس نے فتوت کی سراویل پہنی۔ جلال الدین موصوف

---

[۱۳] السلوک ۱: ۲۲ے

[۱۴] عربی میں بندق کے لیے البندقیۃ کا لفظ ہے۔

[۱۵] دیکھیے النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ ج ۶: ۲۱۳، ۲۱۴

[۱۶] ایضاً ص ۲۲ے

اس وقت نقیب اشراف تھے۔[۱۸] خلیفہ المستنصر بادشاہوں اور سرداروں کو حضرت علیؓ کے نائب کی حیثیت سے " فتیٰ " بنایا کرتا تھا۔ ۶۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ قطب الدین سنجر نامی ایک عباسی سردار فوج کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر عراق سے بھاگا۔ شام میں اسے وہاں کے امیر عرب نے گرفتار کر لیا اور وہ اسے واپس بغداد لایا۔ خلیفہ المستنصر نے خوش ہو کر اسے فتوت کے لباس سے سرفراز فرمایا۔

۶۵۶ھ میں جب بغداد کو ہلاکو نے فتح کیا اور وہاں سے عباسی خلافت ختم ہوئی تو عراق اور بغداد میں فتوت کا نظام بھی سرد پڑ گیا۔ اس کے بعد جب مصر میں خلافت عباسی کا احیا ہوا، یہ خلافت ظاہر ہے، پس برائے نام ہی تھی، تو وہاں فتوت کا پھر ظہور ہوا۔ ۶۵۹ھ کا ذکر ہے، عید الفطر کے دن سلطان بیبرس بندقداری فرمانروائے مصر و شام خلیفہ المستنصر باللہ ثانی کے ساتھ سوار ہو کر قاہرہ سے باہر گیا۔ ان کے سروں پر چھتر تنا ہوا تھا۔ انھوں نے عید کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد خلیفہ سلطان کے خیمے میں گیا اور سرداروں کی موجودگی میں اسے فتوت کی سراویل پہنائی۔[۱۸] المفضل بن ابی الفضائل سلطان بندقداری کو فتیٰ بنانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں " انیسویں رمضان کو سلطان بیبرس بندقداری نے لاؤ لشکر کے ساتھ شام کا قصد کیا۔ اس سلسلے میں اس نے لباس فتوت پہننے کی خواہش کی۔ چنانچہ سفر سے قبل خلیفہ نے اسے یہ لباس پہنایا۔ اس فتوت کی نسبت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے ہے "۔[۱۹]

المستنصر باللہ ثانی کے بعد اس کا چچا زاد بھائی الحاکم بامر اللہ عباسی خلیفہ مقرر ہوا۔ اس سے سلطان بیبرس کی طرف سے اتابک فارس الدین اقطائی نے فتوت کا لباس پہنا جس کی سند یوں ہے۔ خلیفہ الحاکم باللہ نے یہ لباس المستنصر ثانی سے پہنا جو امام الظاہر کے بیٹے تھے، اور ان کے دادا الناصر لدین اللہ نے شیخ عبد الجبار سے یہ لباس پہنا۔ اُن کا سلسلہ حضرت سلمان فارسی اور پھر حضرت علیؓ تک جاتا ہے۔[۲۰]

یہ امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ممالیک کے عہد میں مصر و شام میں فتوت کا بڑا رواج تھا۔

---

[۱۷] مشرق قریب کی حکومتوں میں نقیب اشراف کا منصب اب تک موجود ہے۔ اس منصب پر سادات کے سربراہ فائز ہوا کرتے تھے۔

[۱۸] السلوک للمقریزی ۱: ۴۵۹

[۱۹] النہج السدید ص ۸۴-۸۵ - مخطوطہ نیشنل لائبریری پیرس۔

[۲۰] السلوک للمقریزی ۱: ۴۹۵ تا ۴۹۷

البتہ عراق میں معاملہ اس کے برعکس تھا کیونکہ یہ چیز عباسیوں کی روایات میں سے تھی اور ان کا عہد ختم ہو چکا تھا۔ دوسرے اس سے بعض دفعہ فتنہ و فساد بھی ہو جاتا تھا۔ ۶۸۷ھ میں ہلاکو کے پوتے سلطان ارغون کے عہد میں بغداد کے عوام میں درندوں کے شکار کا شوق بہت بڑھ گیا تھا، جیساکہ فتیان کا معمول تھا۔ اس کی وجہ سے ان میں آپس میں لڑائیاں ہوتیں، اور حکومت نے شکار کے لیے باہر نکلنا حکماً بند کر دیا۔[۵۲۱]

خلیفہ الناصر لدین اللہ کے زمانہ خلافت سے اناطولیہ اور ایشیائے کوچک میں فتوت کا بڑا چرچا ہو گیا تھا مشہور سیاح و جہاں گرد ابن بطوطہ نے وہاں کے فتیان "الآخیہ" اور ان کی عادات کا ذکر کیا ہے۔[۵۲۲] وہ مثال کے طور پر قونیہ شہر کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ وہاں ایک زاویہ میں اترا جس کا قاضی ابن قلم شاہ تھا۔ وہ فتیان میں سے تھا۔ اس کا زاویہ بڑے زاویوں میں سے تھا اور اس کے بہت سے شاگرد تھے۔ ان کی فتوت کی نسبت کا سلسلہ حضرت علی بن ابی طالب تک جاتا تھا۔ ان کے ہاں فتوت کا لباس سراویل تھا جیسے صوفیہ کا خرقہ ہے۔[۵۲۳] اسی طرح ابن بطوطہ نے اصفہان شہر میں فتوت کے مختلف طبقوں کا ذکر کیا ہے اور یہ آٹھویں صدی ہجری کی ابتدائی تہائی کا زمانہ ہے۔[۵۲۴]

معلوم ہوتا ہے مصر میں فتوت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی برابر ارتقا پذیر رہا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کتاب "الفتوۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی، جس کے کئی نسخے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس وقت موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ پیرس کی نیشنل لائبریری میں رقم ۱۳۷۷ ہے۔ اس کے ورق ۳۸ میں یہ لکھا ہے:

"اللہ کی مدد اور اس کے حسن توفیق سے ۱۱۵۴ھ میں ہفتے کے دن اواخر شعبان میں غروب آفتاب کے وقت یہ کتاب مکمل ہوئی۔"

مصنف لکھتا ہے کہ فتوت کے بانی حضرت علیؓ ہیں۔ مصنف نے اُن تمام ائمہ اور بزرگوں کا ذکر کیا ہے جن کی طرف اپنے اپنے زمانے میں فتیان منسوب تھے۔ وہ لکھتا ہے: "حضرت علیؓ نے سترہ نوجوانوں کا انتخاب کیا، اور انھیں فتوت کی اجازت دی۔ ان میں سب سے مقدم سلمان فارسی تھے مصنف کے نزدیک انھوں نے تین سو سال کی عمر پائی اور وہ مدائن میں مدفون ہیں۔[۵۲۵] دوسرے حضرات کے

---

۵۲۱ الحوادث ص ۴۵۳ ۵۲۲ رحلۃ ابن بطوطہ ۱: ۱۸۱-۱۸۷ ۵۲۳ ایضاً ۱: ۱۸۷

۵۲۴ ایضاً ص ۱۲۵ ۵۲۵ وہ سلمان پاک کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی قبر پر ہر سال عرس ہوتا ہے جس میں غیر شرعی حرکات ہوتی ہیں۔

نام یہ ہیں: عمر بن امیہ ضمری، بلال حبشی، بریدہ اسلمی، ذو النون مصری، سہیل رومی، حسن بصری، قنبر، کمیل بن زیاد، عبداللہ بن عباس، سدر نجی، جومرد قصاب، ابو ذر غفاری، ابو الدرداء، عامری، ابو عبیدہ ہرفزی، ابو النصر عبداللہ اور المعجز۔

مصنف نے لکھا ہے کہ پیشہ وروں اور اہل حرفہ میں سے ہر گروہ ان حضرات میں سے کسی نہ کسی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے۔ مثلاً نائی اپنی نسبت سلمان فارسی، شاطر عمر بن امیہ، مؤذن بلال حبشی، جراح و طبیب ذو النون مصری، مشائخ حسن بصری، سائیس قنبر، اہل قلم کمیل بن زیاد، اور پہلوان سدر نجی کی طرف اپنی نسبت سے جانتے ہیں۔ ۵۲۶

میرے کتب خانہ میں مصنف کی اس تصنیف "کتاب الفتوۃ" کا ایک نسخہ موجود ہے۔ جس میں اور ۵۷ حضرات کے نام درج ہیں۔ ان کے اوصاف اور ان کی طرف جو پیشہ ور اور اہل حرفہ طبقے منسوب ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے: "یہ "البیارۃ" (بیر کی جمع۔ اصل لفظ پیر ہے، وہی جو فارسی و اردو میں مستعمل ہے۔ مترجم) سترہ ہیں، جنھیں حضرت علی نے چنا اور باقی کے ۵۹ (صحیح ۵۷ ہے) وہ ہیں جنھیں الاخ العزیز سلمان پاک (اصل پاک) فارسی نے چنا۔" ۵۲۷

(ان ۵۷ میں سے چند نام اور ان کے اوصاف ملاحظہ ہوں) سید الہندی، کوفہ میں مدفون ہیں۔ تلواریں بنانے والے ان کی طرف منسوب ہیں۔ نصر بن عبداللہ الہندی، فراش ان کی طرف منسوب ہیں۔ نصر اللہ بن سماک، مچھیرے ان کی طرف منسوب ہیں۔ اسی طرح دو تین اور "ہندیوں" کے نام دیے گئے ہیں۔ اور پھر غلط سلط اور بگاڑ کر نام دیے گئے ہیں، اور انھیں غلط طور پر صحابۂ رسول اللہ صلعم بتایا گیا ہے، اس سے اتنا تو ضرور پتہ چلتا ہے کہ تمام پیشہ ور طبقوں کے لوگ نظام فتوت میں داخل ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر طبقے نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی صحابی سے یا کسی ایسے شخص سے جسے صحبت نبوی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا اپنے آپ کو منسوب کر لیا تھا، لیکن ایسے اشخاص کو ان طبقوں نے رسول اکرم صلعم کا زبردستی صحابہ بنا دیا اور اس میں نہ انھوں

۵۲۶ ظاہر ہے مصنف کے ان بیانات کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں یہ محض اساطیر ہیں۔ مثلاً مصنف نے ذو النون مصری کے متعلق لکھا ہے کہ انھیں رسول اللہ صلعم نے شاہ مصر مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔ (مترجم)

۵۲۷ کتاب الفتوۃ۔ مخطوطہ جو میرے کتب خانہ میں ہے۔ ورق ۲۷-۲۸۔

نے تاریخ کی پروا کی، نہ زمانے کی اور نہ ان اشخاص کی عمروں کی۔ چنانچہ ان طبقوں کو اس کے ماننے میں کوئی تامل نہ تھا کہ ذوالنون مصری جو تیسری صدی ہجری میں ہوئے، قیصر روم کے نائب شاہ مصر مقوقس کے معاصر تھے اور رسول اللہ صلعم نے انھیں اپنا سفیر بنا کر مقوقس کے پاس بھیجا تھا۔

یہ اساطیر اور خرافات اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں کہ بعد کی صدیوں میں فتوت میں بازاری پن آ گیا تھا اور اس انحطاط کی وجہ سے اس سے وہ سب خوبیاں غائب ہو گئی تھیں جن پر کہ کسی زمانے میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ چنانچہ فتوت پھر اسی طرح معاشرے کے لیے ایک خطرہ بن گئی جیسا کہ وہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں تھی۔ اس بنا پر اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ غرض بدمعاش، غنڈے اور عیار و شاطر فتوت کے علمبردار بن گئے۔ یہاں تک کہ آخری صدیوں میں مصر میں عیار اور دھوکا باز کو فتوات کہا جانے لگا۔

الفہرست

(تالیف: محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق ــ ترجمہ و تحشیہ: مولانا محمد اسحٰق بھٹی ــ نگران: مولانا محمد حنیف ندوی)

محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق کی یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے علوم و فنون اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے اور اس موضوع سے متعلق بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید کے علوم، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، صرف و نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، شعر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلہ کی تصانیف کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ نیز ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج تھیں۔

الفہرست کے اردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ متعدد مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ فاضل مترجم نے ضروری حواشی دے کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔

قیمت: ۲۰/- روپے

پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور